محمد عمار خان ناصر

زنا کی سزا

[یہ مصنف کی زیر طبع کتاب ''حدود و تعزیرات ــ چند اہم مباحث'' کا ایک جز ہے۔ قارئین ''اشراق'' کے افادے کے لیے اس کتاب کے جملہ مباحث کو بالاقساط شائع کیا جا رہا ہے۔]

٦

قرآن میں زنا کی سزا دو مقامات پر بیان ہوئی ہے اور دونوں مقام بعض اہم سوالات کے حوالے سے تفسیر و حدیث اور فقہ کی معرکہ آرا بحثوں کا موضوع ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عبوری سزا

پہلا مقام سورۂ نساء میں ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْھِدُوْا عَلَیْھِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ فَاِنْ شَھِدُوْا فَاَمْسِکُوْھُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا. وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِھَا مِنْکُمْ فَاٰذُوْھُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْھُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا. (۴: ۱۵-۱۶)

''اور تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کرتی ہوں، ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو۔ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ایسی عورتوں کو گھروں میں محبوس کر دو، یہاں تک کہ انھیں موت آ جائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی اور راستہ بیان کر دیں۔ اور تم میں سے جو مرد و عورت بدکاری کا ارتکاب کرتے ہوں، انھیں اذیت دو۔ پھر اگر وہ توبہ اور اصلاح کر لیں تو ان سے درگذر کرو۔ بے شک، اللہ توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے''

سزا کی نوعیت اور 'حَتّٰی یَجۡعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیۡلًا' کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ ایک عبوری سزا تھی جس کی جگہ بعد میں زنا کی سزا سے متعلق حتمی احکام نے لے لی۔ اس لحاظ سے عملاً یہ آیت اب شریعت کے کسی مستقل حکم کا ماخذ نہیں رہی، تاہم ان آیتوں کے مفہوم کی تعیین میں مفسرین کو بڑی الجھن کا سامنا ہے۔ ان میں سے پہلی آیت میں صرف خواتین کی سزا بیان ہوئی ہے، جبکہ دوسری آیت میں زانی مرد اور عورت، دونوں کی۔ بنیادی الجھن یہ ہے کہ خواتین کی سزا کو پہلے الگ ذکر کرنے اور پھر اس کے بعد مرد و عورت، دونوں کی سزا بیان کرنے کا مقصد اور باعث کیا ہے؟

مفسرین کے ایک گروہ کی رائے میں دوسری آیت میں مردوں کے ساتھ جن خواتین کا ذکر ہوا ہے، وہ وہی ہیں جنھیں پہلی آیت میں گھروں میں محبوس کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ گویا گھروں میں محبوس کرنے کی سزا تو خواتین کے ساتھ مخصوص تھی، جبکہ اذیت کی سزا زانی مرد اور عورت، دونوں کے لیے مشترک طور پر مقرر کی گئی تھی۔[1] تاہم آیت اس توجیہ کو قبول نہیں کرتی، اس لیے کہ یہاں 'وَالّٰتِیۡ یَاۡتِیۡنَ الۡفَاحِشَۃَ' اور 'وَالَّذٰنِ یَاۡتِیٰنِھَا' کے جملے ایک دوسرے کے مقابل آئے ہیں اور یہ اسلوب اپنے متبادر مفہوم کے لحاظ سے اس کا تقاضا کرتا ہے کہ دونوں آیتوں کو الگ الگ صورتوں پر محمول کیا جائے۔ اس کو مزید تقویت اس سے ملتی ہے کہ دونوں آیتوں میں سزا کی نوعیت بھی بدیہی طور پر ایک دوسرے سے مختلف، بلکہ معارض ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں توبہ و اصلاح کے امکان کا ذکر کیے بغیر حتمی طور پر خواتین کو گھروں میں محبوس کرنے کا حکم دیا گیا ہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دوسرا حکم آ جائے، جبکہ دوسری آیت میں توبہ و اصلاح کے امکان کو آزمانے کی ہدایت کی گئی اور اس کے تحقق کی صورت میں زانی مرد اور عورت سے درگذر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ فرق اس امر کی دلیل ہے کہ پہلی آیت میں جن خواتین کی سزا بیان کی گئی ہے، وہ دوسری آیت میں زیر بحث نہیں۔ چنانچہ یہ سوال باقی رہتا ہے کہ پہلی آیت

---

[1] ابوحیان، البحر المحیط ۲۰۶/۳۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن ۸۷/۵۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

میں کون سی خواتین زیر بحث ہیں اور مردوں کو چھوڑ کر خاص طور پر انھیں سزا کا موضوع بنانے کی کیا وجہ ہے؟

بعض مفسرین نے اس اشکال کے جواب میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ زیر بحث آیتوں کی نزولی ترتیب قرآن میں ان کی ظاہری ترتیب کے برعکس ہے اور ان میں دوسری آیت جس میں زانی مرد و عورت کو اذیت دینے کا حکم دیا گیا ہے، پہلے نازل ہوئی تھی۔ پھر اس کے بعد پہلی آیت میں خواتین کے لیے محبوس کیے جانے کی مزید سزا مقرر کی گئی، تاہم اس رائے کی روشنی میں دونوں آیتوں کے قرآن مجید میں ایک ہی جگہ درج کیے جانے کے باوجود نزولی ترتیب سے برعکس ترتیب اختیار کرنے کی کوئی وجہ قابل فہم نہیں۔ پھر یہ کہ دوسری آیت میں 'یَاْتِیٰنِھَا' کی ضمیر منصوب پہلی آیت میں 'الْفَاحِشَةَ' کی طرف راجع ہے اور یہ ظاہری ترتیب کے حقیقی ترتیب ہونے ہی کی صورت میں درست ہو سکتا ہے[۲]۔

ایک رائے یہ ہے کہ 'وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ' میں شادی شدہ خواتین کی سزا بیان ہوئی ہے، جبکہ 'وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِھَا' میں کنوارے زانی اور زانیہ کی[۳]۔ اس پر ایک اشکال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ 'نساء' کا لفظ اپنے اصل مفہوم کے لحاظ سے ہر طرح کی خواتین کے لیے عام ہے، جبکہ اسے شادی شدہ خواتین کے ساتھ خاص قرار دینے کے لیے سیاق کلام میں کوئی قرینہ درکار ہوگا۔ قرآن مجید میں بعض دوسرے مقامات پر، مثال کے طور پر 'لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ'[۴] اور 'اَلَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْکُمْ مِّنْ نِّسَآئِھِمْ'[۵] میں یہ لفظ ''بیویوں'' کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ ایلا اور ظہار کا فعل خاوند اور بیوی ہی کے مابین ہوتا ہے، جبکہ زیر بحث آیت میں ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں[۶]۔ پھر یہ کہ یہاں اگر 'نِّسَآئِکُمْ' کو بیویوں کے

---

۲ جصاص، احکام القرآن ۳/ ۴۳۔

۳ طبری، جامع البیان ۴/ ۲۹۴۔

۴ البقرہ ۲: ۲۲۶۔

۵ المجادلہ ۵۸: ۲۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مفہوم میں لیا جائے تو 'نساء' کا مضاف الیہ بننے والی ضمیر خطاب یعنی 'کم' کا مصداق لازماً ان خواتین کے شوہر ہوں گے، کیونکہ 'نساء' کے لفظ میں بیوی کا مفہوم شوہروں کی طرف اضافت ہی سے پیدا ہوسکتا ہے، ورنہ اگر 'کم' کا مصداق بحیثیت مجموعی پورے معاشرے کو مانا جائے تو 'نساء' کو شادی شدہ خواتین پر محمول کرنے کا کوئی قرینہ باقی نہیں رہتا۔ اب اگر اس تاویل کو مانا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ خواتین کو سزا دینے کے حکم کے مخاطب مسلمانوں کے اہل حل وعقد نہیں، بلکہ انفرادی حیثیت میں ان خواتین کے شوہر قرار پائیں گے اور انھیں گھروں میں محبوس کرنے کی ہدایت اندرون خانہ اختیار کی جانے والی ایک تدبیر قرار پائے گی، جبکہ 'فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ' اس تاویل کو قبول کرنے میں مانع ہے اور اسے صریحاً نظم اجتماعی اور عدالت وقضا سے متعلق کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ زیر بحث تاویل سے یہ اشکال بھی حل نہیں ہوتا کہ اگر کنوارے زانی کی سزا بیان کرتے ہوئے مرد اور عورت، دونوں کا ذکر کیا گیا ہے تو پہلی آیت میں صرف شادی شدہ خواتین کیوں زیر بحث ہیں اور شادی شدہ مردوں کی سزا کیوں بیان نہیں کی گئی؟

ایک اور رائے یہ ہے کہ پہلی آیت صرف زانی خواتین کی سزا بیان کرتی ہے، جبکہ دوسری آیت صرف مرد زانیوں کی اور یہاں تثنیہ کا صیغہ لانے سے مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ زانی چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، اس کے لیے ایک ہی سزا ہے[۷]، لیکن اس پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ کسی قرینے کے بغیر مجرم کی ازدواجی زندگی کی دو مختلف حالتوں پر تثنیہ کے صیغے کی دلالت غیر واضح ہے۔ مزید یہ کہ اگر مطلقاً ہر طرح کے زانی کے لیے ایک ہی سزا کی طرف اشارہ پیش نظر ہوتا تو اس کے لیے تثنیہ کا صیغہ لانے کی ضرورت ہی نہیں تھی اور اس کے بجاے 'وَالَّذِیْ یَاْتِیْهَا' 'یا 'وَالَّذِیْنَ یَاْتُوْنَهَا' کا معروف اسلوب ہی کافی تھا، جیسا کہ پہلی آیت میں 'وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ' کا اسلوب ہر طرح کی زانی عورتوں پر دلالت کرنے کے لیے کافی ہے[۸]۔ جب مقصد دونوں

۶۔ ابن العربی، احکام القرآن ۱/۴۵۸۔

۷۔ ابن عطیہ، المحرر الوجیز ۲/۲۲۔ ابن العربی، احکام القرآن ۱/۴۶۵۔

۸۔ جصاص، احکام القرآن ۳/۴۲۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

آیتوں میں ایک ہی ہے تو دوسری آیت میں پہلی سے مختلف اسلوب اختیار کرنے کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

ایک رائے یہ ہے کہ پہلی آیت میں وہ صورت زیر بحث ہے جب بدکاری کے فعل پر چار گواہ میسر ہوں اور مقدمے پر باقاعدہ عدالتی کارروائی کی جا سکتی ہو، جبکہ دوسری آیت میں اس صورت کا حکم بیان ہوا ہے جب چار گواہ موجود نہ ہوں[9]۔ یہ بھی ایک غیر متبادر اور الفاظ سے بعید تاویل ہے، اس لیے کہ اگر یہ مقصود ہوتا تو 'فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُيُوْتِ' کے تقابل میں 'وَاِنْ لَّمْ يَشْهَدُوْا فَاذُوْهُمَا' یا 'وَاِنْ لَّمْ يَكُوْنُوْا فَاذُوْهُمَا' سے ملتا جلتا کوئی اسلوب اختیار کیا جاتا جو مدعا کے ابلاغ کے پہلو سے زیادہ واضح اور صریح ہوتا۔ موجودہ صورت میں زیادہ متبادر مفہوم یہ ہے کہ چار گواہوں کی شرط دوسری آیت میں بھی مقدر سمجھی جائے جسے اقتضاے عقلی کے اصول پر واضح ہونے کی بنیاد پر لفظوں میں ذکر نہیں کیا گیا۔ مزید براں یہ اشکال اس تاویل میں بھی برقرار رہتا ہے کہ پہلی آیت میں خواتین ہی خاص طور پر کیوں زیر بحث ہیں اور مردوں کی سزا بیان کرنے سے کیوں گریز کیا گیا ہے؟

ابو مسلم اصفہانی نے زیر بحث آیات کو زنا کے بجاے لواطت اور 'سحاق'، یعنی خواتین کی ہم جنس پرستی سے متعلق قرار دیا ہے۔ ان کی راے میں 'وَالّٰتِیْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ' میں خواتین کی ہم جنس پرستی کی، جبکہ 'وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا' میں لواطت کی سزا بیان کی گئی ہے[10]۔ تاہم یہ راے بھی کئی پہلوؤں سے محل نظر ہے:

اولاً، 'فاحشة' کا لفظ اگرچہ اپنے لغوی مفہوم کے لحاظ سے زنا، لواطت اور خواتین کی ہم جنس پرستی، سب کے لیے بولا جا سکتا ہے، لیکن کسی زبان کے عرف میں الفاظ کا استعمال ان میں ایک نوع کی تخصیص پیدا کر دیتا ہے اور جب وہ لفظ بولا جائے تو اس کا وہی متبادر مفہوم مراد ہوتا ہے جس میں وہ بالعموم استعمال ہوتا ہے، الّا یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ پایا جائے۔ 'فاحشة' کا لفظ اور خاص طور

---

[9] رازی، التفسیر الکبیر ۹/۱۹۰۔

[10] رازی، التفسیر الکبیر ۹/۱۸۷۔

پر 'اتی الفاحشة' کی ترکیب بھی عربی زبان میں زنا کے لیے معروف ہے، اس لیے جب تک کوئی قرینہ نہ پایا جائے، اس کا کوئی دوسرا مفہوم مراد نہیں لیا جا سکتا۔ چنانچہ 'اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ'[11] اور 'مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ'[12] میں یہ تعبیر زنا ہی کے لیے استعمال ہوئی ہے، کیونکہ اس کے برخلاف کوئی قرینہ موجود نہیں، البتہ سورۂ اعراف (۷) کی آیت ۸۰ اور سورۂ نمل (۲۷) کی آیت ۵۴ میں یہی ترکیب لواطت کے مفہوم میں استعمال ہوئی ہے اور دونوں جگہ 'مَا سَبَقَکُمْ بِھَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ' اور 'اَئِنَّکُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ' کا واضح قرینہ موجود ہے۔

اگر 'الْفَاحِشَةَ' کا مصداق زنا ہے تو پھر 'وَالّٰذٰنِ یَاْتِیٰنِھَا' کو بھی لازماً زنا ہی سے متعلق ماننا ہوگا، کیونکہ 'یَاْتِیٰنِھَا' میں ضمیر منصوب پچھلی آیت میں مذکور اسی 'الْفَاحِشَةَ' کی طرف لوٹ رہی ہے۔ چنانچہ اس کا مفہوم بھی زنا کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اگر قرآن کا مدعا 'وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ' سے زنا کی، جبکہ 'وَالّٰذٰنِ یَاْتِیٰنِھَا' سے بدکاری کی کسی دوسری صورت کی سزا بیان کرنا ہوتا تو لازم تھا کہ اس کے لیے کوئی زائد قرینۂ کلام، مثال کے طور پر 'وَالّٰذٰنِ یَاْتِیٰنِھَا مِنْ رِّجَالِکُمْ فَاٰذُوْھُمَا' کلام میں رکھا جاتا۔ اس اضافی قرینے کے بغیر 'یَاْتِیٰنِھَا' میں مذکور بدکاری کو 'یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ' میں ذکر ہونے والی بدکاری سے کسی طرح الگ نہیں کیا جا سکتا۔

ثانیاً، 'وَالّٰذٰنِ یَاْتِیٰنِھَا' کی تعبیر عربیت کی رو سے لواطت کے لیے کسی طرح موزوں نہیں، اس لیے کہ اس میں فعل کی نسبت فریقین کی طرف کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ زنا کے ارتکاب کی نسبت تو مرد اور عورت، دونوں کی طرف کی جا سکتی ہے، لیکن لواطت میں ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ قرآن مجید میں قوم لوط کا جرم جہاں بھی بیان کیا گیا ہے، وہاں 'تَاْتُوْنَ الرِّجَالَ' کی تعبیر استعمال ہوئی ہے جس میں فعل کی نسبت ایک ہی فریق کی طرف کی گئی ہے۔ یہاں بھی اگر لواطت زیر بحث ہوتی تو 'وَالّٰذٰنِ یَاْتِیٰنِھَا' کے بجاے 'وَالَّذِیْنَ یَاْتُوْنَھَا' ہی کی تعبیر اختیار کی جاتی۔[13]

---

[11] النساء ۴: ۱۹۔ ''سوائے اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں۔''

[12] الاحزاب ۳۳: ۳۰۔ ''(اے ازواج نبی) تم میں سے جو کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوگی۔''

[13] آلوسی، روح المعانی ۴/ ۲۳۷۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ثالثاً، جرم اور سزا کے مابین مناسبت بھی یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس ہدایت کو زنا سے متعلق مانا جائے۔ اگر اس تدبیر سے مقصود ہم جنس پرستی کا سد باب تھا تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ ایسی خواتین کو باہمی میل ملاقات سے روک دیا جائے، جبکہ 'اَمْسِکُوْھُنَّ فِی الْبُیُوْتِ' کی تعبیر انھیں علی الاطلاق گھروں میں محبوس کر دینے کو بیان کرتی ہے اور یہ بات ہم جنس پرستی کے بجائے زنا کے سد باب کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتی ہے[۱۴]۔ مزید براں قرآن مجید نے اس جرم کے اثبات کے لیے چار گواہ طلب کرنے کی بات کی ہے جس سے واضح ہے کہ وہ اس معاملے کو عدالت سے متعلق قرار دے رہا ہے، جبکہ خواتین کی ہم جنس پرستی کے سد باب کے لیے اس اہتمام کی ضرورت نہیں۔ اگر دو خواتین اس عادت میں مبتلا ہیں تو انھیں عدالت میں پیش کرنے اور باقاعدہ مقدمہ چلانے کی ضرورت نہیں، بلکہ ان کے اہل خانہ کو یہ ہدایت دینا کافی ہے کہ وہ ان کے باہمی میل جول کو روک دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مولانا مودودی کا یہ تبصرہ بھی بالکل برمحل دکھائی دیتا ہے کہ:

> ''...قرآن انسانی زندگی کے لیے قانون و اخلاق کی شاہراہ بناتا ہے اور انھی مسائل سے بحث کرتا ہے جو شاہراہ پر پیش آتے ہیں۔ رہیں گلیاں اور پگڈنڈیاں تو ان کی طرف توجہ کرنا اور ان پر پیش آنے والے ضمنی مسائل سے بحث کرنا کلام شاہانہ کے لیے ہرگز موزوں نہیں ہے۔ ایسی چیزوں کو اس نے اجتہاد کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نبوت کے بعد جب یہ سوال پیدا ہوا کہ مرد اور مرد کے ناجائز تعلق پر کیا سزا دی جائے تو صحابۂ کرام میں سے کسی نے بھی یہ نہ سمجھا کہ سورۂ نساء کی اس آیت میں اس کا حکم موجود ہے۔'' (تفہیم القرآن ۱/ ۳۳۲-۳۳۳)

رابعاً، قرآن مجید نے یہاں 'حَتّٰی یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا' سے واضح کیا ہے کہ یہ ایک عبوری سزا ہے جس کے بعد حتمی سزا مقرر کی جائے گی۔ قرآن وسنت کے نصوص میں لواطت اور سحاق کی کوئی متعین سزا مقرر نہیں کی گئی اور اس کے بعد سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے جنسی انحرافات میں سے زنا ہی کی سزا کو موضوع بنایا ہے۔ عبادہ بن صامت کی نقل کردہ روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد جب زنا کی حتمی سزا بیان کی تو اسی آیت کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ

۱۴؎ آلوسی، روح المعانی ۴/ ۲۳۶۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

'خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللّٰہ لھن سبیلًا'۔آپ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہے کہ زیر بحث آیت میں زنا ہی زیر بحث ہے[15]۔

مذکورہ تمام توجیہات اوران پر وارد ہونے والے اشکالات کے تناظر میں قاضی ابن العربی نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ 'ھذہ معضلة فی الآیات لم اجد من یعرفھا[16]'، یعنی یہ ایک بے حد مشکل آیت ہے اور مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اس کا مطلب جانتا ہو۔خود ابن العربی نے اگرچہ یہ راے اختیار کی ہے کہ پہلی آیت صرف زانی خواتین کی سزا بیان کرتی ہے، جبکہ دوسری آیت صرف مرد زانیوں کی اور یہاں تثنیہ کا صیغہ لانے سے مقصود اس سزا کے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ، ہر دو طرح کے زانیوں پر قابل اطلاق ہونے کو واضح کرنا ہے، تاہم یہ توجیہ بھی، جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں، تشفی بخش نہیں۔یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے حوالے سے مختلف تفسیری امکانات کا جائزہ لینے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور متاخرین کے ہاں بھی اس ضمن میں بعض نئی آرا سامنے آئی ہیں۔

صاحب ''تدبر قرآن'' مولانا امین احسن اصلاحی نے یہ راے ظاہر کی ہے کہ نساء کی مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت اس صورت کو بیان کرتی ہے جب زنا کی مرتکب عورت کا تعلق مسلمانوں سے، جبکہ مرد کا تعلق کسی غیر مسلم گروہ سے ہو، جبکہ دوسری آیت میں وہ صورت زیر بحث ہے جب دونوں مسلمان اور اسلامی ریاست کے قانونی دائرۂ اختیار میں رہتے ہوں۔دوسری صورت میں مرتکبین کو توبہ واصلاح کا موقع دینے، جبکہ پہلی صورت میں خواتین کو اس طرح کا کوئی موقع دیے بغیر تا مرگ محبوس کر دینے کی وجہ مولانا کی راے میں یہ تھی کہ:

''...دوسری صورت میں تو دونوں فریق اسلامی معاشرہ کے دباؤ میں ہیں، ان کے رویے میں جو تبدیلی ہوگی وہ سب کے سامنے ہوگی۔نیز ان کے اثرات اور وسائل معلوم ومعین ہیں، ان کے لیے بہر حال اپنے خاندان اور قبیلے سے بے نیاز ہو کر کوئی اقدام ناممکن نہیں تو نہایت دشوار ہوگا، لیکن پہلی صورت میں مرد جو اصل جرم میں شریک غالب کی حیثیت رکھتا ہے، مسلمانوں

---

[15] شافعی، الام ۷/ ۸۲۔

[16] احکام القرآن ۱/ ۴۵۷۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کے معاشرہ کے دباؤ سے بالکل آزاد ہے۔ نہ اس کے رویے کا کچھ پتا، نہ اس کے عزائم کا کچھ اندازہ، نہ اس کے اثرات و وسائل کے حدود معلوم و معین۔ ایسی حالت میں اگر عورت کو یہ موقع دے دیا جاتا کہ توبہ کے بعد اس سے درگذر کی جائے تو یہ بات نہایت خطرناک نتائج پیدا کر سکتی تھی۔ اول تو مرد کے رویہ کو نظر انداز کر کے عورت کی توبہ و اصلاح کا صحیح اندازہ ہی ممکن نہیں ہے اور ہو بھی تو جب مرد بالکل قابو سے باہر اور مطلق العنان ہے تو اغوا، فرار اور قتل و خون کے امکانات کسی حال میں بھی نظر انداز نہیں کیے جا سکتے۔ اس پہلو سے اس میں احتیاط کی شدت ملحوظ ہے۔'' (تدبر قرآن ۲/۲۶۵)

مولانا نے اس تاویل میں سابق مفسرین سے ایک بنیادی اختلاف کیا ہے اور ان کے اختلاف کی بنیاد وزنی دکھائی دیتی ہے۔ وہ یہ کہ 'وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ' اور 'وَاللَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا' میں اسم موصول کا صلہ فعل مضارع کی صورت میں لانے کا جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے، وہ عربی زبان میں کسی فعل کے نفس وقوع کے بیان کے لیے بھی آ سکتا ہے اور کسی عادت اور معمول کو بیان کرنے کے لیے بھی۔ چنانچہ 'وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ' کا ترجمہ ''وہ عورتیں جو بدکاری کی مرتکب ہوں'' بھی ہو سکتا ہے اور ''وہ عورتیں جو بدکاری کیا کرتی ہیں'' بھی۔ سابق مفسرین نے اس کو پہلے مفہوم پر محمول کرتے ہوئے آیت کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے اور اس ضمن میں جتنی مختلف تاویلیں ممکن تھیں، ان سب کی نشان دہی کی ہے، لیکن، جیسا کہ ہم تفصیل سے واضح کر چکے ہیں، ان میں سے ہر تاویل پر وزنی اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس ان آیات میں زنا کے عادی مجرموں کا زیر بحث ہونا، جیسا کہ مولانا اصلاحی کی رائے ہے، خود آیات کے داخلی قرائن سے واضح ہے۔ چنانچہ دوسری آیت میں زنا کے مرتکب مرد و عورت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر وہ توبہ و اصلاح کر لیں تو ان سے درگذر کیا جائے، جس سے واضح ہے کہ ان دونوں کے مابین یاری آشنائی کا تعلق تھا، ورنہ اگر یہ کسی اتفاقی صورت کا ذکر ہوتا تو انھیں سزا دینے کے بعد ان کی مزید نگرانی کرنے اور توبہ و اصلاح کی صورت میں درگذر کی ہدایت کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح ان آیات کے ساتھ متصل اگلی آیات بھی، جن میں قرآن مجید نے وقتی جذبات کے تحت گناہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کے مرتکب ہونے والوں اور اسے ایک عادت بنا لینے والوں کے مابین فرق کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ کسی گناہ کو معمول بنا لینے والوں کے لیے توبہ کی قبولیت کا امکان کم سے کم ہوتا چلا جاتا ہے، اسی بات کو واضح کرتی ہیں۔ ارشاد ہوا ہے:

وَاللّٰذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا. اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا. وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا. (النساء ۴: ۱۶-۱۸)

''اور تم میں سے جو مرد و عورت بدکاری کا ارتکاب کرتے ہوں، انھیں اذیت دو۔ پھر اگر وہ توبہ اور اصلاح کر لیں تو ان سے درگذر کرو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔ اللہ پر انھی لوگوں کی توبہ قبول کرنا لازم ہے جو جذبات میں بہ کر کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کی توبہ کو اللہ قبول کر لیتا ہے اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ان لوگوں کے لیے توبہ کا کوئی موقع نہیں جو برابر برائیاں کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اسی طرح ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں۔ ان کے لیے ہم نے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

ہماری رائے میں یہ آیات اس بات کا ایک مضبوط قرینہ ہیں کہ اوپر کی آیتوں میں زنا کو عادت بنا لینے والی خواتین اور جوڑے ہی زیر بحث ہیں، تاہم مولانا اصلاحی نے دونوں آیتوں میں جو فرق متعین کیا ہے، وہ تشفی بخش نہیں اور اس پر ایک بڑا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زنا کے واقعات میں جتنا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

امکان خاتون کے مسلمان، جبکہ مرد کے غیر مسلم ہونے کا پایا جاتا تھا، اتنا ہی اس کے برعکس صورت کے پائے جانے کا بھی موجود تھا، لیکن قرآن مجید نے اس کو سرے سے موضوع ہی نہیں بنایا۔ مولانا کی رائے کے مطابق قرآن مجید نے دوسری آیت میں زانی مرد و عورت کو اذیت دینے اور انھیں توبہ و اصلاح پر آمادہ کرنے کی جو ہدایت دی ہے، اس کا موثر ہونا اس امر پر منحصر تھا کہ دونوں مسلمان معاشرے کے افراد ہوں، جبکہ مرد کے کسی غیر مسلم گروہ کا فرد ہونے کی صورت میں اس تدبیر کا موثر ہونا مخدوش تھا۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو اگر مسلمانوں کے لیے اپنی خواتین کو توبہ و اصلاح کا موقع دینا ممکن نہیں تھا اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ انھیں گھروں میں محبوس کر دیا جائے تو ظاہر ہے کہ مردوں کے معاملے میں توبہ و اصلاح کے امکان کو آزمانے کا خطرہ مول لینا بدرجۂ اولیٰ ممکن نہیں تھا۔ یہ صورت زیادہ اعتنا کی مستحق تھی اور تقاضا کرتی تھی کہ زانی مرد کے مسلمان، جبکہ عورت کے غیر مسلم ہونے کی صورت میں بھی متعین ہدایات دی جاتیں اور بتایا جاتا کہ ایسے مرد کو زنا سے روکنے کے لیے اس پر کس طرح کی قدغنیں عائد کی جائیں۔ تاہم قرآن نے ایسا نہیں کیا جس کی کوئی وجہ، مولانا اصلاحی کی بیان کردہ صورت واقعہ کے لحاظ سے، سمجھ میں نہیں آتی۔

مولانا نے جو صورت واقعہ فرض کی ہے، وہ بھی حقیقت سے دور دکھائی دیتی ہے۔ اول تو سب کے سب غیر مسلم گروہ ایسے نہیں تھے جو ریاست مدینہ کے دائرۂ اختیار سے باہر ہوں، کیونکہ یہود کے بیش تر قبائل کا مسلمانوں کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ تھا اور ان میں سے بعض قبائل مدینہ کے حدود میں آباد تھے۔ چنانچہ خواتین کو محبوس کر دینے کی تدبیر کا محرک اگر وہی ہوتا جو مولانا اصلاحی نے بیان کیا ہے تو دونوں طرح کے گروہوں میں فرق کیا جانا ضروری تھا، جبکہ قرآن مجید کا بیان بالکل مطلق ہے۔ جہاں تک یہود کے علاوہ مدینہ کے اطراف میں آباد غیر مسلم قبائل کا تعلق ہے تو ان کے مردوں کا مدینہ کی خواتین کے ساتھ اس نوعیت کا کوئی پائدار تعلق قائم کرنے کا امکان قبائلی معاشرت میں بہت کم تھا۔ یاری آشنائی کا تعلق بالعموم ایک ہی علاقے میں رہنے اور آپس میں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عمومی میل جول رکھنے والے مردوں اور عورتوں کے مابین استوار ہوتا ہے، جبکہ الگ الگ قبیلوں اور مقامات سکونت (localities) سے تعلق رکھنے والے افراد میں ایسا نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو اس طرح کے واقعات کی تعداد اتنی نہیں ہو سکتی کہ اسے باقاعدہ قانون کا موضوع بنانا پڑے۔ بالفرض ریاست مدینہ کے دائرۂ اختیار سے باہر کسی مجرم کے خلاف کوئی اقدام کرنا مشکل ہوتا تو بھی خود مدینہ کے حدود کے اندر بے بسی کی ایسی کوئی فضا موجود نہیں تھی کہ ایسے مجرموں کی آمدورفت اور آزادانہ نقل وحرکت پر کوئی قدغن عائد نہ کی جا سکتی۔ عورت کے لیے توبہ واصلاح کے امکان یا اس کے رویے میں تبدیلی کا اندازہ کرنے میں مرد کے غیر مسلم ہونے کو مانع قرار دینا بھی قابل فہم نہیں، کیونکہ خاتون کا تعلق، بہرحال مسلمانوں ہی کے گروہ سے تھا اور قبائلی معاشرت میں نہ تو ایسے آزادانہ مواقع اور امکانات ہوتے ہیں اور نہ افراد، بالخصوص خواتین کو اتنی آزادی حاصل ہوتی ہے کہ معاشرہ ان کی نگرانی اور محاسبہ سے عاجز ہو جائے۔

جناب جاوید احمد غامدی نے مولانا اصلاحی کی رائے کے اس پہلو سے تو اتفاق کیا ہے کہ یہ آیت زنا کے ان مجرموں سے متعلق نہیں جو کسی وقت جذبات کے غلبے میں زنا کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، بلکہ دراصل زنا کو ایک عادت اور معمول کے طور پر اختیار کرنے والے مجرموں سے متعلق ہے، البتہ دونوں آیتوں کے باہمی فرق کے حوالے سے ان کی رائے یہ ہے کہ پہلی آیت کا مصداق وہ پیشہ ور بدکار عورتیں ہیں جن کے لیے زنا شب وروز کا شغل تھا، جبکہ دوسری آیت میں ایسے مردوں اور عورتوں کی سزا بیان ہوئی ہے جن کا ناجائز تعلق یاری آشنائی کی صورت میں روزمرہ کے معمول کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ ان کی رائے میں قرآن مجید نے دوسرے مقامات پر ان میں سے پہلی صورت کو 'مُسٰفِحِیْنَ' اور 'مُسٰفِحٰتٍ' جبکہ دوسری صورت کو 'مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ' اور 'مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ' کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔[17]

ہماری رائے میں آیت کی یہ تاویل اس پہلو سے قرین قیاس لگتی ہے کہ اس میں جرم کی جن

---

[17] برہان ۱۲۵-۱۲۶۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دو صورتوں کو متعین کیا گیا ہے، ان کا عرب معاشرت میں پایا جانا مسلم ہے، ان کی سزا کو قانون کا موضوع بنانا بھی قابل فہم ہے اور اس سے دونوں صورتوں میں تجویز کی جانے والی الگ الگ سزاؤں کی وجہ اور حکمت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں صرف خواتین کی سزا کو موضوع بنانے کی وجہ یہ ہے کہ پیشہ ورانہ بدکاری میں بنیادی کردار خواتین ہی کا ہوتا ہے اور جرم کے سدباب کے لیے اصلاً انھی کی سرگرمیوں پر پہرہ بٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مرد و عورت میں یاری آشنائی کے تعلق کی صورت میں دونوں جرم میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اور دونوں ہی کی تادیب و تنبیہ کو قانون کا موضوع بنانا پڑتا ہے۔ مزید براں جہاں تک ہم غور کر سکے ہیں، آیت کے الفاظ اور سیاق و سباق میں کوئی چیز اس تاویل کو قبول کرنے میں مانع نہیں، اس لیے جب تک کوئی قابل غور اعتراض سامنے نہ آئے، یہ کہنا ممکن دکھائی دیتا ہے کہ اس تاویل کی روشنی میں آیت کی مشکل بظاہر قابل اطمینان طریقے سے حل ہو جاتی ہے۔

اوپر کی سطور میں ہم نے سورۂ نساء کی ان آیات کا جو مفہوم متعین کیا ہے، اگر وہ درست ہے تو اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید نے زنا کی عبوری سزا بیان کرتے ہوئے صرف زنا کے عادی مجرموں کو موضوع بنایا ہے، جبکہ اتفاقیہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اصول تدریج کے تناظر میں اس کی حکمت واضح ہے۔ اگر کسی معاشرے میں مناسب اخلاقی تربیت کے فقدان اور زنا کے محرکات کی کثرت کے سبب سے کسی جرم کا سدباب فوری طور پر ممکن نہ ہو تو ابتدائی مرحلے پر ہلکی سزاؤں پر اکتفا کرنا اور سزا کے لیے جرم کو عادت اور معمول بنا لینے والے مجرموں پر توجہ مرکوز کرنا ہر اعتبار سے قابل فہم ہے۔

زنا کی سزا سے متعلق حتمی احکام

اس عبوری سزا کے بعد زنا کی حتمی سزا سورۂ نور میں بیان کی گئی ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ. (۲:۲۴)

''زانی عورت اور زانی مرد، ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔ اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر فی الواقع ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین کے معاملے میں ان دونوں کے ساتھ ہمدردی کھانے کا جذبہ تم پر حاوی نہ ہو جائے۔ اور ان دونوں کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود ہونا چاہیے۔''

سورۂ نور کی یہ آیت اپنے ظاہر کے لحاظ سے حکم کے جن اہم پہلوؤں پر دلالت کرتی ہے، انھیں درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا جا سکتا ہے:

ایک یہ کہ یہاں حکم زنا کی ان مخصوص صورتوں تک محدود نہیں رہا جو عبوری سزا کا موضوع بنی تھیں، بلکہ اتفاقیہ زنا کا مرتکب ہونے یا اسے عادت اور معمول بنا لینے کے پہلو سے مجرد کرتے ہوئے فی نفسہٖ زنا کے جرم کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس طرح یہ حکم اپنے دائرۂ اطلاق کے اعتبار سے زنا کی تمام صورتوں کو شامل اور اس میں بیان ہونے والی سزا زنا کی ہر صورت پر یکساں قابل نفاذ ہے۔

دوسرے یہ کہ قرآن نے نفس زنا کی سزا بیان کرتے ہوئے مجرم کی ازدواجی حیثیت کو بھی موضوع نہیں بنایا اور زنا کی سزا مطلقاً سو کوڑے بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفس زنا کے ارتکاب پر ہر طرح کے زانی کو، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، بس یہی سزا دینا چاہتا ہے۔ اس بات کی تائید، جیسا کہ ہم آگے چل کر واضح کریں گے، قرآن مجید کے دیگر مقامات سے بھی ہوتی ہے۔

تیسرے یہ کہ نفس زنا کی سزا کے بیان کو قرآن نے چونکہ یہاں خود موضوع بنایا ہے، اس لیے یہ سزا کسی کمی بیشی کے بغیر صرف وہی ہو سکتی ہے جو قرآن نے بیان کی ہے۔ جرم کی نوعیت اور اس کی سنگینی اگر تقاضا کرے تو یقیناً مجرم کو اس کے علاوہ کوئی مزید سزا بھی دی جا سکتی ہے، تاہم اگر جرم

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

صرف زنا ہے تو قرآن کا بیان اس سزا میں کسی اضافے کو قبول کرنے سے مانع ہے۔

سورۂ نساء (۴) کی آیت ۱۵ میں زنا کے جن عادی مجرموں کے لیے عبوری سزا بیان کی گئی ہے، ان کا جرم چونکہ زنا کے عام مجرموں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ سنگین تھا اور ان میں سے بالخصوص یاری آشنائی کا تعلق رکھنے والے بدکار جوڑے اس عرصے میں توبہ و اصلاح کا موقع دیے جانے کے باوجود اپنی روش سے باز نہیں آئے تھے، اس لیے عام مجرموں کے برخلاف زنا کے یہ عادی مجرم بدیہی طور پر اضافی سزاؤں کے بھی مستحق تھے۔ چنانچہ ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت کی گئی کہ سو کوڑوں کے ساتھ ساتھ ان پر جلاوطنی اور رجم کی اضافی سزائیں بھی نافذ کی جائیں۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

کان نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا انزل علیہ کرب لذلك و تربد لہ وجھہ قال فانزل علیہ ذات یوم فلقی کذلك فلما سری عنہ قال خذوا عنی فقد جعل اللّٰہ لھن سبیلاً: الثیب بالثیب و البکر بالبکر، الثیب جلد مائة ثم رجم بالحجارة، و البکر جلد مائة ثم نفی سنة. (مسلم، رقم ۳۲۰۰)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کو تکلیف ہوتی اور اس کی شدت سے آپ کا چہرہ کسی قدر سیاہ ہو جاتا۔ ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی اور یہی کیفیت آپ پر طاری ہوگئی۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا: مجھ سے لے لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے راہ پیدا کر دی ہے۔ شادی شدہ زانی شادی شدہ زانیہ کے ساتھ ہے اور کنوارا زانی کنواری زانیہ کے ساتھ۔ شادی شدہ کو سو کوڑے مارنے کے بعد سنگسار کیا جائے، جبکہ کنوارے کو سو کوڑے مارنے کے بعد ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے۔''

سورۂ نساء کی زیر بحث آیت کے حوالے سے ہم جناب جاوید احمد غامدی کی اس رائے کا ذکر کر

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

چکے ہیں کہ یہاں زنا کے عام مجرم نہیں، بلکہ صرف عادی مجرم زیر بحث ہیں۔ اگر یہ رائے درست ہے تو پھر عبادہ بن صامت کی زیر بحث روایت بھی زنا کے عام مجرموں سے متعلق نہیں بلکہ، جیسا کہ 'خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللّٰہ لھن سبیلًا' کے الفاظ سے واضح ہے، فحبہ عورتوں اور ان زانیوں سے متعلق قرار پائے گی جن کے ہاں یاری آشنائی ایک مستقل تعلق کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے مجرموں میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی سزا میں تفریق کرنے اور قرآن مجید میں بیان کردہ سو کوڑوں کی سزا کے علاوہ جلاوطنی اور رجم کی اضافی سزائیں دینے کا حکم دیا گیا ہو تو اس سے قرآن مجید کے ساتھ تعارض کا سوال پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ وہاں کسی قسم کے اضافی پہلو سے قطع نظر کرتے ہوئے نفس زنا کی سزا بیان کی گئی ہے۔ تاہم صدر اول سے اہل علم کی غالب ترین اکثریت کا نقطۂ نظر یہ رہا ہے کہ عبادہ بن صامت کی روایت اور اس کے علاوہ جلاوطنی اور رجم کی سزا سے متعلق دیگر روایات زنا کے عام مجرموں ہی سے متعلق ہیں اور متعدد روایات سے بظاہر اس رائے کی تائید ہوتی ہے۔ اس رائے کے مطابق ان اضافی سزاؤں کو ہر طرح کے زانی پر قابل اطلاق مانا جائے تو یہ بات بظاہر قرآن مجید کے مدعا سے متجاوز قرار پاتی ہے اور اس تناظر میں یہ سوال ہمیشہ سے اہل علم کی توجہ کا مرکز رہا ہے کہ قرآن مجید کی بیان کردہ سزا اور مذکورہ روایات میں تطبیق و توفیق کی صورت کیا ہو؟

یہاں ہم اس ضمن میں مختلف نقطہ ہائے نظر کا مطالعہ کریں گے۔

جلاوطنی کی سزا

فقہا کا ایک گروہ کنوارے زانی کے لیے روایت میں بیان ہونے والی سزا، یعنی جلاوطنی کو بھی سزا کا لازمی حصہ سمجھتا ہے، تاہم فقہاے احناف نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ان کی رائے میں جلاوطنی کی سزا محض ایک تعزیری سزا ہے اور اس کے نفاذ کا مدار قاضی کی صواب دید پر ہے۔ اس ضمن میں احناف کا اصولی استدلال یہ ہے کہ قرآن مجید مطلقاً ہر قسم کے زانی کے لیے صرف سو کوڑوں کی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

سزا بیان کرنے کے حوالے سے بالکل واضح اور قطعی ہے اور اس سزا پر کوئی اضافہ کسی قطعی دلیل کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ وہ شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا کو تو شہرت اور تواتر سے ثابت ہونے کی بنیاد پر قرآن مجید کے ناسخ کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں، لیکن کنوارے زانی کے لیے حدیث میں بیان ہونے والی اضافی سزا، یعنی ایک سال کی جلاوطنی کو خبر واحد سے ثابت ہونے کی بنا پر سزا کا لازمی حصہ تسلیم نہیں کرتے۔ ان کی رائے میں قرآن نے جس سزا کے بیان پر اکتفا کی ہے، وہی اصل سزا ہے اور اس پر کوئی اضافہ کرنا قرآن کے نسخ کو مستلزم ہے جو خبر واحد سے نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ وہ زانی کو جلاوطن کرنے کو ایک صواب دیدی سزا کے طور پر قبول کرتے ہیں اور ان کے نزدیک اگر قاضی کسی مجرم کی آوارہ منشی کو دیکھتے ہوئے اس کے اس علاقے میں رہنے کو خطرے کا باعث سمجھے یا مزید تنبیہ کی غرض سے اسے گھر در سے دور اور اعزہ واقربا کی حمایت سے محروم کرنے کو بھی قرین مصلحت دیکھے تو وہ سو کوڑے لگانے کے بعد اسے جلاوطن بھی کر سکتا ہے۔[۱۸]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس استدلال میں یہ کمزوری موجود ہے کہ اس میں جلاوطنی کی سزا کے ثبوت کو خبر واحد پر منحصر قرار دیا گیا ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین کے تعامل سے اس کا نفاذ شہرت کے ساتھ ثابت ہے۔ مزید براں اس استدلال میں معیار ثبوت میں فرق کی بنیاد پر دونوں حکموں کی نوعیت الگ الگ متعین کی گئی ہے، جبکہ اصولی طور پر سنت کے ذریعے سے قرآن کے نسخ کو درست تسلیم کرنے اور پھر جلاوطنی اور رجم، دونوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت مان لینے کے بعد اس فرق کا کوئی جواز نہیں۔ ہمارے نزدیک درست بناے استدلال یہ ہے کہ قرآن مجید نے زنا کی سزا کے بیان کو چونکہ خود موضوع بنایا ہے، اس لیے نفس زنا کی سزا کسی کمی بیشی کے بغیر صرف وہی ہو سکتی ہے جو قرآن نے خود بیان کی ہے۔

بہر حال، استدلال کی اس کمزوری کے باوجود احناف کا یہ موقف فی نفسہٖ درست ہے اور سورۂ نور

۱۸؎ سرخسی، المبسوط ۹/ ۵۰-۵۱۔ جصاص، احکام القرآن ۳/ ۲۵۵-۲۵۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، رقم ۴۴۷۹۔

کی آیت کے علاوہ دیگر دلائل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر سورۂ نساء (۴) کی آیت ۲۵ میں اللہ تعالیٰ نے شادی شدہ لونڈیوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر وہ زنا کی مرتکب ہوں تو انھیں آزاد عورتوں کے مقابلے میں نصف سزا دی جائے (فَنِصۡفُ مَا عَلَی الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ)، یہاں 'الۡعَذَابِ' سے، جیسا کہ ہم آگے چل کر واضح کریں گے، سو کوڑوں کی وہی سزا مراد ہے جو سورۂ نور میں بیان ہوئی ہے اور جس میں مجرم کی جلاوطنی کو سزا کا حصہ قرار نہیں دیا گیا۔ پھر یہ کہ 'الۡعَذَابِ' کا لفظ بھی عربی زبان کی رو سے ایسی سزا ہی کے لیے موزوں ہے جس میں جسمانی اذیت پائی جاتی ہو، جبکہ جلاوطنی کو خاصے تکلف کے ساتھ ہی اس کا مصداق قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس طرح 'عذاب' کا لفظ اور اس پر داخل الف لام، دونوں اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ قرآن مجید سو کوڑوں ہی کو زنا کی اصل سزا تصور کرتا ہے اور جلاوطنی اس کے نزدیک اس سزا کا حصہ نہیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

امام طحاوی نے یہ استدلال بھی پیش کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈیوں کی سزا بیان کرتے ہوئے صرف کوڑے لگانے کا ذکر کیا ہے اور انھیں جلاوطن کرنے کا حکم نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا:

اذا زنت الامۃ فاجلدوھا ثم اذا زنت فاجلدوھا ثم اذا زنت فاجلدوھا فی الثالثۃ او الرابعۃ بیعوھا ولو بضفیر. (بخاری، رقم ۲۳۶۹)	''جب لونڈی زنا کرے تو اس کو کوڑے لگاؤ۔ پھر زنا کرے تو کوڑے لگاؤ۔ پھر زنا کرے تو کوڑے لگاؤ۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ زنا کے بارے میں فرمایا کہ اب اسے بیچ دو، چاہے قیمت میں ایک معمولی رسی ہی ملے۔''

چونکہ قرآن مجید نے لونڈیوں کی سزا آزاد عورتوں سے نصف بیان کی ہے، اس لیے اگر جلاوطن کرنا آزاد عورتوں کی سزا کا لازمی حصہ ہوتا تو قرآن مجید کے مذکورہ حکم کی رو سے لونڈیوں کو بھی چھ ماہ کے لیے جلاوطن کرنا ضروری ہوتا، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈیوں کے لیے یہ سزا بیان نہیں فرمائی اور نہ اہل علم میں سے کوئی اس کا قائل ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آزاد عورتوں کے لیے بھی جلاوطن کرنا زنا کی سزا کا کوئی لازمی حصہ نہیں ہے۔ پھر چونکہ آزاد عورتوں اور آزاد

مردوں کی سزا میں کوئی فرق نصوص سے ثابت نہیں، اس لیے مردوں کے بارے میں بھی لازماً یہی موقف اختیار کرنا پڑے گا۔[19]

زانی کو جلاوطن کرنے کی احادیث کو روایت کرنے والے بعض صحابہ کے اسلوب بیان سے بھی یہ بات نکلتی ہے کہ وہ اس سزا کو اصل حد کا حصہ نہیں، بلکہ ایک اضافی سزا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قضى فى من زنى ولم يحصن ان ينفى عامًا مع اقامة الحد عليه.
(نسائی، السنن الکبریٰ، رقم ۷۲۳۲)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زانی کے بارے میں حد جاری کرنے کے ساتھ ساتھ ایک سال کے لیے اسے جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔''

گویا جلاوطن کرنا فی نفسہٖ زنا کی مستقل اور باقاعدہ سزا نہیں ہے، بلکہ اسے جرم کی نوعیت اور حالات کی مناسبت کے لحاظ سے اصل سزا کے ساتھ تعزیری طور پر شامل کیا جا سکتا ہے، اور اسی حکمت و مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مجرم کو جلاوطن کرنے میں بہتری کے بجائے فساد کا خدشہ ہو تو اسے جلاوطن نہ کیا جائے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ابراہیم نخعی کی راے یہ نقل ہوئی ہے کہ زانی مرد و عورت کو جلاوطن کرنا 'فتنہ' ہے،[20] یعنی اس سے ان کی اصلاح کے بجائے مزید برائی میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ راے اصلاً جلاوطن کرنے کے جواز کی نفی نہیں کرتی، بلکہ معروضی حالات میں اس سزا کے مفید یا موثر ہونے کے بجائے الٹا نقصان دہ ہونے کے امکان کو بیان کرتی ہے۔

۱۹؎ طحاوی، شرح معانی الآثار، رقم ۴۴۷۹۔

۲۰؎ شیبانی، کتاب الآثار، رقم ۶۱۴-۶۱۵۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

رجم کی سزا

اب رجم کی سزا کو لیجیے: صدر اول میں خوارج اور بعض معتزلہ نے رجم کو قرآن مجید کے منافی قرار دیتے ہوئے شرعی حکم کے طور پر تسلیم کرنے سے ہی سرے سے انکار کر دیا۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ نہ صرف 'اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ' کا عموم اس کا مقتضی ہے کہ ہر قسم کے زانی کے لیے سو کوڑے ہی شرعی حد ہو، بلکہ قرآن مجید نے جس قدر تفصیل کے ساتھ زنا سے متعلق احکام و قوانین کو موضوع بنایا ہے، اتنا کسی دوسرے جرم کو نہیں بنایا اور اگر رجم کی سزا بھی زنا کی سزاؤں میں شامل ہوتی تو قرآن مجید لازماً اس کا ذکر کرتا۔[۲۱] خوارج وغیرہ نے اس بنیاد پر رجم کی روایات کو سرے سے ناقابل اعتنا قرار دیا، تاہم یہ نقطۂ نظر امت کے جمہور اہل علم کے ہاں پذیرائی حاصل نہیں کر سکا اور انھوں نے رجم کی روایات کو قبول کرتے ہوئے قرآن مجید کے ساتھ اس حکم کی توفیق و تطبیق کی راہ اختیار کی۔ اس ضمن میں جو مختلف علمی توجیہات پیش کی گئیں، وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام شافعی نے یہ زاویۂ نگاہ پیش کیا ہے کہ اگرچہ قرآن مجید کے الفاظ بظاہر عام ہیں اور ان کو غیر شادی شدہ زانی کے ساتھ خاص کرنے کا کوئی قرینہ کلام میں موجود نہیں، تاہم قرآن مجید کا

---

۲۱ رازی، التفسیر الکبیر ۲۳/۱۱۷-۱۱۸۔

۲۲ شافعی، الرسالہ ۶۶-۶۷، ۷۲۔

یہاں امام صاحب کے موقف میں ایک داخلی تضاد پایا جاتا ہے، کیونکہ ایک طرف انھوں نے اس مسئلے کو سنت کے ذریعے سے قرآن مجید کی تخصیص کی مثال کے طور پر پیش کیا ہے، جبکہ دوسری طرف وہ یہ فرماتے ہیں کہ سورۂ نساء میں زنا کی عبوری سزا مقرر کیے جانے کے بعد سورۂ نور کی آیات نازل ہوئیں جن میں زنا کی مستقل سزا مقرر کی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حکم کی وضاحت میں وہ تفصیل بیان کی جو عبادہ بن صامت کی روایت میں نقل ہوئی ہے۔ (الام ۷/۸۲) حدیث عبادہ میں شادی شدہ زانی کے لیے بھی سو کوڑے کی سزا بیان کی گئی ہے، البتہ اس کے ساتھ اسے رجم کا مستحق بھی قرار دیا گیا ہے۔ اس

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حقیقی مدعا اس کے ظاہر الفاظ کے بجاے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کی روشنی میں زیادہ درست طور پر متعین کیا جا سکتا ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا مقرر کرنا گویا اس بات کی وضاحت ہے کہ قرآن میں ’اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ‘ کے الفاظ درحقیقت صرف کنوارے زانیوں کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔[22]

امام صاحب کی اس بات سے اتفاق کرنا اس لیے ممکن نہیں کہ سورۂ نور میں اسی سلسلۂ بیان میں آگے چل کر آیت ۸ میں اللہ تعالیٰ نے تعیین کے ساتھ شادی شدہ زانی کے لیے بھی سو کوڑوں ہی کی سزا کی تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ آیت ۲-۳ میں زنا کی سزا بیان کرنے کے بعد آیت ۴-۵ میں پاک دامن عورتوں پر بدکاری کا الزام لگانے والوں کے لیے قذف کی سزا بیان ہوئی ہے اور اس کے بعد آیت ۶-۱۰ میں میاں بیوی کے مابین لعان کا حکم بیان کیا گیا ہے جس کی رو سے اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اسے اپنے الزام کے سچا ہونے پر پانچ قسمیں کھانا ہوں گی۔ اس کے بعد بیوی اگر زنا کی سزا سے بچنا چاہتی ہے تو اسے بھی اس الزام کے جھوٹا ہونے پر پانچ قسمیں کھانا ہوں گی۔ ارشاد ہوا ہے:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ. (النور ۲۴:۸)

”اور (مرد کے قسمیں کھانے کے بعد) عورت سے یہ سزا اس صورت میں ٹلے گی جب وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔“

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

طرح یہ روایت قرآن مجید کی تخصیص کی نہیں، بلکہ اس پر زیادت کی مثال ہے۔ امام صاحب کی رائے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی فیصلوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑوں کی سزا منسوخ ہو چکی ہے، تاہم اس سے صورت حال میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، اس لیے کہ عبادہ بن صامت کی روایت میں بیان ہونے والے اصل حکم میں تو، بہر حال اسے شادی شدہ زانی پر بھی قابل اطلاق قرار دیا گیا ہے۔

یہاں شادی شدہ عورت کی سزا کے لیے 'الْعَذَابَ' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو معرفہ ہے اور عربی زبان کے قواعد کی رو سے اس سے مراد وہی سزا، یعنی ۱۰۰ کوڑے ہو سکتی ہے جس کا ذکر اس سے پیچھے آیت ۲ میں 'وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ' کے الفاظ سے ہوا ہے۔ رازی لکھتے ہیں:

الالف و اللام الداخلان علی العذاب لا یفیدان العموم لانه لم یجب علیها جمیع انواع العذاب فوجب صرفهما الی المعهود السابق و المعهود السابق هو الحد لانه تعالیٰ ذکر فی اول السورة ولیشهد عذابهما طائفة من المومنین والمراد منه الحد. (التفسیر الکبیر ۱۴۶/۲۳)	''العذاب' پر داخل الف لام عموم کا فائدہ نہیں دیتا، کیونکہ اس عورت پر ہر نوع کا عذاب لازم نہیں، اس لیے 'العذاب' سے وہی عذاب مراد لینا ضروری ہے جس کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے اور وہ 'حد' کا عذاب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ کے آغاز میں فرمایا ہے کہ 'وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ' اور یہاں عذاب سے مراد حد ہی کا عذاب ہے۔''

رازی نے یہ بات اصلاً اس تناظر میں لکھی ہے کہ 'العذاب' کا لفظ لعان سے انکار کرنے والی خاتون کے لیے جس سزا کو بیان کر رہا ہے، اس سے مراد آیا دنیوی سزا ہے یا آخرت کا عذاب، اور ان کی بات کا مطلب یہ ہے کہ 'الْعَذَابَ' کا الف لام اسی عذاب، یعنی دنیوی سزا پر دلالت کر رہا ہے جس کا ذکر سیاق کلام میں 'عَذَابَهُمَا' کے لفظ سے ہو چکا ہے۔ تاہم عربیت کی رو سے 'العذاب' کا الف لام صرف عذاب کی نوعیت کے حوالے سے نہیں، بلکہ سزا کی متعین صورت کے حوالے سے بھی اسی سزا پر دلالت کرتا ہے جو 'عَذَابَهُمَا' میں بیان ہوئی ہے۔ ابن قیم نے اس نکتے کو یوں واضح کیا ہے:

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

والعذاب المدفوع عنها بلعانها هو المذكور فی قوله تعالیٰ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وهذا عذاب الحد قطعًا فذكره مضافًا ومعرفًا بلام العهد فلا يجوز ان ينصرف الی عقوبة لم تذكر فی اللفظ ولا دل عليها بوجه ما من حبس او غيره. (زادالمعاد ۹۷۸)

''یہاں لعان کے ذریعے سے عورت سے جس سزا کے ٹلنے کا ذکر کیا گیا ہے، وہ وہی ہے جو اس سے قبل 'وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ' میں مذکور ہے۔ اس سے مراد لازماً زنا کی مقررہ سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے اس کا ذکر اضافت کے ساتھ (عذابهما) کیا ہے اور اس کے بعد لام عہد (العذاب) کے ساتھ۔ چنانچہ 'العذاب' سے مراد کوئی ایسی سزا، مثلاً عورت کو قید کر دینا وغیرہ ہو ہی نہیں سکتی جس کا پیچھے نہ الفاظ میں ذکر ہوا ہے اور نہ اس پر کسی قسم کا کوئی قرینہ پایا جاتا ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سورۂ نور کی مذکورہ آیت کی طرح سورۂ نساء (۴) کی آیت ۲۵ سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اجازت بیان کی ہے کہ اگر کوئی شخص آزاد عورت سے نکاح کی مقدرت نہ رکھتا ہو تو وہ کسی مسلمان لونڈی سے نکاح کر سکتا ہے۔ یہاں شادی شدہ لونڈی کے لیے بدکاری کی سزا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ. (النساء ۴: ۲۵)

''پھر جب وہ قید نکاح میں آ جائیں اور اس کے بعد بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان کو اس سے آدھی سزا دی جائے جو آزاد عورتوں کو دی جاتی ہے۔''

آیت میں 'نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ' کے الفاظ اس مفہوم میں صریح

۲۳؎ زمخشری، الکشاف ۱/ ۵۳۲۔ ابن عطیہ، المحرر الوجیز ۲/ ۳۹۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۱/ ۴۷۸۔

ہیں کہ متکلم کے نزدیک آزاد عورتوں کے لیے زنا کی ایک ہی سزا ہے اور وہ ایسی ہے جس کی تنصیف ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ رجم کی سزا اس کا مصداق نہیں ہو سکتی۔

مفسرین نے کلام کی کسی داخلی دلالت کے بغیر شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا کو پیشگی فرض کرتے ہوئے بالعموم اس آیت کی تاویل یہ بیان کی ہے کہ چونکہ رجم کی تنصیف نہیں ہو سکتی، اس لیے لونڈیوں کے لیے نصف سزا بیان کرنا اس بات کا قرینہ ہے کہ اس سے مراد کوڑوں کی سزا ہے۔[۲۳] لیکن یہ بات کلام کے مدعا کی توضیح کے بجاے اس کو الٹ دینے کے مترادف ہے، کیونکہ کلام کے اسلوب سے واضح ہے کہ متکلم زنا کی دو سزائیں فرض کرتے ہوئے ان میں سے ایک کا انتخاب کر کے اس کی تنصیف کرنے کی بات نہیں کہہ رہا، بلکہ 'العذاب'، یعنی زنا کی ایک متعین اور معہود سزا سے آدھی سزا دینے کی بات کر رہا ہے۔ بالبداہت واضح ہے کہ اس کا اشارہ سورۂ نور میں بیان کردہ سزا کی طرف ہے، جہاں کسی قسم کی تفریق کے بغیر زنا کی ایک ہی سزا بیان کی گئی ہے۔ فرض کر لیجیے کہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زانی کی سزا میں فرق متکلم کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے، پھر بھی 'نِصۡفُ مَا عَلَی الۡمُحۡصَنٰتِ' کے الفاظ شادی شدہ زانی کی سزا رجم نہ ہونے پر ہی دلالت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں شادی شدہ لونڈیوں کو آزاد عورتوں کے مقابلے میں نصف سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب اگر آزاد عورتوں میں زنا کی سزا کے اعتبار سے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی تقسیم موجود ہے تو ظاہر ہے کہ شادی شدہ لونڈی کا تقابل شادی شدہ آزاد عورت ہی کے ساتھ کیا جائے گا، نہ کہ غیر شادی شدہ کے ساتھ، اس لیے کہ تقابل اسی صورت میں بامعنی قرار پاتا ہے۔ اگر متکلم اس متبادر مفہوم سے مختلف کسی مفہوم کا ابلاغ کرنا چاہتا ہے تو بلاغت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی قرینہ کلام میں بہم پہنچایا جائے جو یہاں موجود نہیں۔

مذکورہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ 'اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیۡ' کے عموم کے علاوہ سورۂ نور کی آیت ۸ میں 'یَدۡرَؤُا عَنۡہَا الۡعَذَابَ' اور سورۂ نساء کی آیت ۲۵ میں 'نِصۡفُ مَا عَلَی الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ' کے الفاظ بھی صریحاً شادی شدہ زانی کے لیے بھی سو کوڑے ہی کی سزا پر دلالت کرتے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہیں۔ چنانچہ امام شافعی کی رائے کے مطابق اگر یہ مانا جائے کہ یہاں روایت نے قرآن کی 'تخصیص' کی ہے تو یہ تخصیص شرح و وضاحت اور 'بیان' کے طریقے پر نہیں، بلکہ نسخ اور تغییر کے طریقے پر ہوئی ہے جس کے جواز کے خود امام شافعی بھی قائل نہیں۔

فرض کیجیے کہ قرآن میں سو کوڑوں کی سزا کے شادی شدہ زانیوں پر بھی قابل اطلاق ہونے کی کوئی صریح دلیل موجود نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس کے برعکس شادی شدہ زانیوں کے اس سزا کے دائرۂ اطلاق سے خارج ہونے کی دلیل قرآن میں کیا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ قرآن میں بیان ہونے والی سزا کے غیر شادی شدہ زانیوں کے ساتھ خاص ہونے کے لسانی یا عقلی قرائن خود قرآن میں موجود ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھی قرائن و شواہد سے یہ بات اخذ کی ہے تو زبان کی ابانت و بلاغت یہ تقاضا کرتی ہے کہ تخصیص کے ان قرائن کا فہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ مخصوص نہ ہو، بلکہ زبان کا معیاری اور عمدہ ذوق رکھنے والے اصحاب علم بھی ان قرائن کی مدد سے اسی نتیجے تک پہنچ سکیں، لیکن خود امام صاحب کے اعتراف کے مطابق یہ واضح ہے کہ ایسا کوئی قرینہ کلام میں موجود نہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

ولو لا الاستدلال بالسنة و حکمنا بالظاهر قطعنا من لزمه اسم سرقة وضربنا مائة کل من زنی حرًا ثیبًا. (الرسالہ ۷۲)

''اور اگر سنت سے استدلال نہ کیا جائے اور قرآن کے ظاہر پر ہی فیصلہ کیا جائے تو ہمیں ہر اس شخص کا ہاتھ کاٹنا پڑتا جس سے چوری کا فعل سرزد ہو اور شادی شدہ آزاد زانی کو بھی سو کوڑے ہی لگانے پڑتے۔''

دوسری صورت یہ فرض کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام میں تو اس تخصیص کے قرائن نہ رکھے ہوں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعۂ وحی الگ سے یہ بتا دیا ہو کہ 'اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ' سے مراد صرف غیر شادی شدہ زانی ہیں۔ اس صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کلام کے مدعا و مفہوم کے ابلاغ کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنے کی آخر کیا ضرورت تھی؟ کیا قرآن کی زبان اس کی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

متحمل نہیں تھی کہ اس تخصیص کے قرائن کو اپنے اندر سمو سکتی؟ پھر یہ کہ جب قرآن نے زنا کی سزا کے بیان کو باقاعدہ موضوع بنایا ہے تو مجرم کے حالات کے لحاظ سے اس جرم کی جو مختلف سزائیں دینا اللہ تعالیٰ کے پیش نظر تھا، ان کی وضاحت میں کیا چیز مانع تھی؟ قرآن کے اسلوب کا ایجاز مسلم ہے، لیکن عدت، وراثت اور قتل خطا وغیرہ کی مختلف صورتوں اور ان کے الگ الگ احکام کی تفصیل کا طریقہ خود قرآن میں اختیار کیا گیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ زنا کی سزا کے معاملے میں اس معروف اور مانوس طریقے کو چھوڑ کر ایک ایسا انداز اختیار کیا گیا جو نہ صرف زبان و بیان کے عمومی اسلوب، بلکہ خود قرآن کے اپنے طرز گفتگو سے بھی بالکل ہٹ کر ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ امام شافعی کا یہ نقطۂ نظر قرآن مجید کی زبان کی ابانت اور زبان و بیان کے اسالیب کے حوالے سے ایک عجیب الجھن پیدا کر دیتا ہے اور انھوں نے معاملے کو ضرورت سے زیادہ سادہ بنا کر پیش کرنے (oversimplification) کی کوشش کی ہے جسے علمی بنیادوں پر قبول کرنا ممکن نہیں۔

مولانا مودودی نے امام شافعی کے زاویۂ نگاہ کو ایک دوسرے انداز سے پیش کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن مجید صرف غیر شادی شدہ زانی کی سزا بیان کرتا ہے اور اس کے لیے خود قرآن مجید میں قرائن موجود ہیں۔ مولانا نے اس ضمن میں جو استدلال پیش کیا ہے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

استدلال کا پہلا مقدمہ یہ ہے کہ سورۂ نساء (۴) کی آیت ۱۵ میں اللہ تعالیٰ نے زنا کی جو مستقل سزا مقرر کرنے کا وعدہ کیا اور پھر اسی سورہ کی آیت ۲۵ میں شادی شدہ لونڈی کے لیے جس سزا کا ذکر کیا ہے، وہ وہی ہے جو سورۂ نور (۲۴) کی آیت ۲ میں بیان کی گئی ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ 'نِصۡفُ مَا عَلَی الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ' میں 'محصنات' کا لفظ شادی شدہ آزاد عورتوں کے مفہوم میں نہیں، بلکہ غیر شادی شدہ آزاد عورتوں کے مفہوم میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ لونڈیوں کو غیر شادی شدہ آزاد عورتوں کی سزا سے آدھی سزا دی جائے۔ ان دو مقدموں سے مولانا نے یہ نتیجہ اخذ

۲۴ تفہیم القرآن ۳/۳۲۶۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کیا ہے کہ چونکہ سورۂ نساء (۴) کی آیت ۲۵ میں لونڈیوں کو غیر شادی شدہ آزاد عورتوں کی سزا سے آدھی سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے، جبکہ اصل سزا سورۂ نور میں بیان ہوئی ہے، اس لیے سورۂ نور میں بیان ہونے والی سزا بھی لازماً غیر شادی شدہ آزاد عورتوں ہی سے متعلق ہے۔[۲۴]

دوسرے مقدمے کے حق میں مولانا نے دو دلیلیں پیش کی ہیں: ایک یہ کہ سورۂ نساء (۴) کی آیت ۲۵ کے آغاز میں 'مَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْکِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ' میں محصنات کا لفظ غیر شادی شدہ آزاد عورتوں کے لیے آیا ہے، اس لیے اسی سیاق میں جب یہ لفظ دوبارہ استعمال ہوا ہے تو اس سے مراد بھی غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ زنا کی سزا دراصل اس حفاظت کو توڑنے کی سزا ہے جو عورت کو خاندان یا نکاح کی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ شادی شدہ آزاد عورت کو دونوں حفاظتیں میسر ہوتی ہیں، جبکہ غیر شادی شدہ کو صرف ایک۔ اس کے برعکس، لونڈی خاندان کی حفاظت سے بالکل محروم ہوتی ہے، جبکہ شادی شدہ ہونے کی صورت میں اسے صرف ایک حفاظت حاصل ہوتی ہے اور وہ بھی ادھوری۔ چنانچہ لونڈی کا تقابل شادی شدہ آزاد عورت سے نہیں، جس کو دوہری حفاظت حاصل ہوتی ہے، بلکہ غیر شادی شدہ آزاد عورت سے ہونا چاہیے جسے لونڈی کی طرح ایک ہی حفاظت میسر ہوتی ہے۔[۲۵]

مولانا کا پیش کردہ یہ استدلال، واقعہ یہ ہے کہ ہر لحاظ سے بالکل بے بنیاد ہے۔ اول تو ان کا یہ استنتاج عجیب ہے کہ چونکہ سورۂ نساء میں لونڈیوں کو غیر شادی شدہ آزاد عورتوں سے آدھی سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے سورۂ نور میں بیان ہونے والی سزا بھی کنوارے زانیوں ہی سے متعلق ہے۔ سورۂ نساء کی آیت سے واضح ہے کہ سورۂ نور کی آیت اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ چنانچہ یہ بات طے کرنے کے قرائن کہ سورۂ نور میں کون سے زانی زیر بحث ہیں، خود سورۂ نور میں موجود ہونے چاہییں اور انھی کی روشنی میں اس کا فیصلہ کرنا چاہیے، نہ کہ سورۂ نور کے احکام کا دائرۂ اطلاق سورۂ نساء کی آیات سے متعین کرنا چاہیے۔ ہم واضح کر چکے ہیں کہ سورۂ نور میں نہ صرف یہ کہ 'اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ' کو کنوارے زانیوں کے ساتھ خاص قرار دینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں، بلکہ 'وَیَدْرَؤُا عَنْھَا الْعَذَابَ'

۲۵؎ تفہیم القرآن ۱/ ۳۴۲-۳۴۳۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

میں قرآن نے شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑوں کی سزا کی باقاعدہ تصریح بھی کی ہے۔ فرض کیجیے کہ سورۂ نور کے احکام کے دائرۂ اطلاق کی تعیین کے لیے سورۂ نساء (۴) کی آیت ۲۵ ہی قرآن مجید میں واحد بنیاد ہے تو سوال یہ ہے کہ جب تک اس آیت میں مذکورہ قرینہ ـــــ اگر اسے کوئی قرینہ کہا جا سکے ـــــ بہم نہیں پہنچایا گیا تھا، اس وقت تک سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کے منشا تک رسائی کا ذریعہ کیا تھا؟ حکم کو بیان کر دینا، لیکن اس کے ایک نہایت بنیادی پہلو کے فہم کو معلق رکھتے ہوئے اس کے قرائن کو بعد میں کسی دوسری جگہ پر الگ رکھ دینا آخر زبان و بیان اور بلاغت کا کون سا اسلوب ہے؟

مولانا نے 'نِصۡفُ مَا عَلَی الۡمُحۡصَنٰتِ' میں محصنات کو غیر شادی شدہ آزاد عورتوں کے مفہوم میں لینے کے لیے جو استدلال پیش کیا ہے، وہ بھی بے حد کمزور ہے، کیونکہ بظاہر وہ محض ایک سیاق میں 'الۡمُحۡصَنٰت' کے دو مرتبہ استعمال ہونے سے یہ اخذ کر رہے ہیں کہ دونوں جگہ اس کا معنی ایک ہی ہونا چاہیے، جبکہ اس استدلال کے لیے عربیت میں کوئی بنیاد موجود نہیں۔ عربی زبان میں 'محصنات' کا لفظ ''آزاد عورتوں'' کے مفہوم میں استعمال ہو تو اس کا مصداق بننے والے افراد اپنی حالت کے لحاظ سے شادی شدہ بھی ہو سکتے ہیں اور غیر شادی شدہ بھی، لیکن اس فرق پر کوئی دلالت لفظ کے اپنے مفہوم میں داخل نہیں۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی جگہ قرینے کی بنا پر اس لفظ کا اطلاق صرف شادی شدہ یا غیر شادی شدہ عورتوں تک محدود ہو جائے، لیکن 'محصنات' کا لفظ موقع کلام سے پیدا ہونے والی اس تخصیص سے قطع نظر فی نفسہٖ محض ''آزاد عورتوں'' کے مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ زیر بحث آیت میں بھی 'مَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ مِنۡکُمۡ اَنۡ یَّنۡکِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ' میں لفظ 'محصنات' محض ''آزاد عورتوں'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ''غیر شادی شدہ آزاد عورت'' ہونا اس کا معنی یا اس کے استعمالات میں سے کوئی استعمال نہیں، بلکہ اس میں یہ مفہوم اس کے ساتھ متعلق ہونے والے فعل، یعنی 'یَنۡکِحَ' کے تقاضے سے پیدا ہوا ہے اور عربیت کی رو سے یہ تخصیص اسی جملے تک محدود ہے۔ اس کے بعد جب یہ لفظ 'فَعَلَیۡھِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَی الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ' میں دوبارہ استعمال ہوا ہے تو یہاں بھی اس کا مفہوم محض ''آزاد عورتیں'' ہے، جبکہ 'یَنۡکِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ'

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

میں فعل 'یَنۡکِحَ' کے تقاضے سے پیدا ہونے والی تخصیص کو یہاں موثر ماننے کی نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ قرینہ۔

ایک امکان یہ ہوسکتا ہے کہ مولانا لفظ 'الۡمُحۡصَنٰت' کے ایک سیاق میں دو مرتبہ وارد ہونے سے نہیں، بلکہ 'نِصۡفُ مَا عَلَی الۡمُحۡصَنٰتِ' میں 'الۡمُحۡصَنٰت' پر داخل الف لام سے استدلال کرنا چاہتے ہوں اور ان کا منشا یہ ہو کہ یہ عہد کا الف لام ہے، اس لیے اس کے مدخول کا مفہوم وہی ہونا چاہیے جس میں یہ اسی آیت کے آغاز میں 'یَنۡکِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ' میں استعمال ہوا ہے۔ اگر مولانا کی مراد یہ ہے تو عربیت کی رو سے یہ بات بھی قطعاً بے بنیاد ہے، اس لیے کہ اول تو، جیسا کہ ہم نے عرض کیا، ''غیر شادی شدہ آزاد عورت'' لفظ 'الۡمُحۡصَنٰت' کا کوئی معنی یا اس کے استعمالات میں سے کوئی استعمال نہیں، بلکہ محض فعل 'یَنۡکِحَ' کا تقاضا ہے۔ اور بالفرض اسے اس کا کوئی باقاعدہ استعمال مان لیا جائے تو بھی مولانا کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ لام عہد کسی لفظ کا مصداق بننے والے افراد کی تعیین پر تو دلالت کرتا ہے، لیکن ایک لفظ کے مختلف معنوں میں سے کسی ایک معنی کو متعین کرنے میں کوئی مدد فراہم نہیں کرتا، اور زیر بحث صورت میں بھی مسئلہ 'الۡمُحۡصَنٰت' کے افراد کی نہیں، بلکہ مفروضہ طور پر اس کے معنوں میں سے ایک معنی کی تعیین کا ہے۔

مولانا نے اس ضمن میں اکہرے اور دوہرے احصان کا جو نکتہ بیان کیا ہے، وہ ذہانت آمیز ہے، لیکن اس کا عربی زبان یا قرآن مجید کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں۔ عربی زبان میں 'محصنات' کا لفظ، جیسا کہ ہم نے واضح کیا، سادہ طور پر ''آزاد عورتوں'' یا ''شادی شدہ خواتین'' کے مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ ان دونوں استعمالات کی لسانی تحقیق کے تناظر میں یہ نکتہ بالکل درست ہے کہ آزاد عورتوں کو خاندان کی حفاظت حاصل ہوتی ہے اور شادی شدہ عورتوں کو نکاح کی۔ اسی طرح عقلی استدلال کی حد تک یہ بات بھی درست ہے کہ شادی شدہ آزاد عورت کو دو حفاظتیں حاصل ہوتی ہیں، جبکہ غیر شادی شدہ کو صرف ایک، لیکن جہاں تک عربی زبان کے استعمال کا تعلق ہے تو اہل زبان اس لفظ کو ''آزاد عورت'' یا ''شادی شدہ عورت'' کے بالکل سادہ مفہوم میں استعمال

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کرتے ہیں۔ اکہرے یا دوہرے احصان کا کوئی تصور نہ اہل زبان کے استعمال میں موجود ہے اور نہ قرآن کے الفاظ میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ موجود ہے۔ اس لیے یہ ایک دقیق نکتہ آفرینی تو ہوسکتی ہے، لیکن الفاظ کا مفہوم و مدلول اور متکلم کا مدعا و منشا متعین کرنے کا یہ طریقہ زبان و بیان کے لیے ایک اجنبی چیز ہے۔

مولانا کی یہ رائے کہ سورۂ نساء (۴) کی آیت ۱۵، جہاں زنا کی عبوری سزا بیان کی گئی ہے، صرف غیر شادی شدہ زانیوں سے متعلق تھی، اس وجہ سے بھی محل نظر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث عبادہ میں 'اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا' کا حوالہ دیتے ہوئے صرف کنوارے زانیوں کی نہیں، بلکہ شادی شدہ زانیوں کی سزا بھی بیان کی ہے جو اس کی دلیل ہے کہ آیت ۱۵ میں بیان ہونے والی عبوری سزا بھی دونوں ہی سے متعلق تھی۔ اگر مولانا کی بات درست مان لی جائے تو یہ سوال تشنۂ جواب رہتا ہے کہ عبوری سزا صرف غیر شادی شدہ زانیوں کے لیے کیوں بیان کی گئی اور شادی شدہ زانیوں کو کیوں نظر انداز کر دیا گیا۔

مذکورہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ جہاں تک قرآن مجید کا تعلق ہے تو اس میں کسی ابہام یا احتمال کے بغیر پوری وضاحت کے ساتھ شادی شدہ اور کنوارے زانی کے لیے ایک ہی سزا، یعنی سو کوڑوں کی تصریح کی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اور روایات کے مابین تطبیق و توفیق پیدا کرنے کے لیے قرآن مجید کے بیان کو محتمل اور ظنی قرار دینے کا نقطۂ نظر درست نہیں۔ قرآن کے بیان کا واضح، غیر مبہم اور غیر محتمل ہونا، اس بحث کا بنیادی نکتہ ہے اور اس کو نظر انداز کر کے کی جانے والی توجیہ و تطبیق کی ہر کوشش محض دفع الوقتی ہوگی۔

۲۔ اصولیین کے ایک گروہ نے رجم کے حکم کو آیت نور کی 'تخصیص' کے بجاے اس پر 'زیادت' قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی بیان کردہ سزا ہر قسم کے زانی کے لیے عام ہے، البتہ ان میں سے شادی شدہ زانیوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی صورت میں ایک اضافی

۲۶؎ ابن عبدالبر، الاستذکار ۲۴/۴۹۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ ۲/۴۲۷۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

سزا بھی مقرر فرمائی ہے۔ اس نقطۂ نظر کے حامل اہل علم میں سے بعض شادی شدہ زانی پر دونوں سزائیں نافذ کرنے کے قائل ہیں، جبکہ بعض کی رائے میں رجم کی سزا نافذ کرنے کی صورت میں چونکہ کوڑے لگانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اس لیے عملاً ایک ہی سزا نافذ کی جائے گی۔[۲۶]

اس رائے پر بنیادی اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کی بیان کردہ سزا میں یہ اضافہ آیا سورۂ نور کے نزول کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کے پیش نظر تھا یا اسے بعد میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا؟ اگر دوسری صورت فرض کی جائے تو روایت اسے قبول نہیں کرتی، کیونکہ وہ یہ بتاتی ہے کہ سورۂ نساء کی آیت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جانے والا پہلا حکم یہی تھا۔ چنانچہ سورۂ نور کا نزول اس حکم کے ساتھ یا اس کے بعد تو مانا جا سکتا ہے، لیکن اس سے پہلے نہیں۔ اس کے برعکس پہلی صورت مانی جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سو کوڑے لگوانے کے ساتھ ساتھ کنوارے زانی کو جلاوطن، جبکہ شادی شدہ زانی کو سنگ سار کروانا چاہتے ہیں تو دونوں حکموں کے ایک ہی موقع پر نازل کیے جانے کے باوجود قرآن مجید کے اس پوری بات کو خود بیان کرنے سے گریز کرنے اور سزا کا ایک جز قرآن میں، جبکہ دوسرا جز اس سے باہر نازل کی جانے والی وحی میں بیان کرنے کی وجہ اور حکمت کیا ہے؟

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org